امرت رس

حضرت غوث ...

... مولانا شاہ ... علی قلندر قدس سرہٗ کاکوروی

... ی کا ...

مقدمہ و شرح

جناب مولنا حافظ شاہ

مجتبیٰ حیدر صاحب

امرت رس

حضرت غوث ملت لسان الحق مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ کاکوروی

کا ہندی کلام

مقدمہ و شرح

جناب مولانا حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر صاحب

(نامی پریس لکھنؤ - فون نمبر ۳۴۷۵)

ملنے کا پتہ

مہتمم کتب خانۂ انوریہ

کاکوری ضلع لکھنؤ

(مطبوعہ نامی پریس لکھنؤ)

مقدمہ

حضرتِ غوث ملت لسان الحق مولانا شاہ تراب علی قلندر قدس سرہٗ تراب کاکوروی[1]

اس دورِ عیش و نشاط میں جبکہ اودھ میں معاشرت، تعیش میں مبتلا تھی ان صوفیانِ صافِ باطن کے طفیل تزئینِ روح و آرائش قلب کے سامان بھی فراہم تھے ان کی شمیمِ اخلاق سے معاشرت کی ذہنی اور روحانی تشکیل ہوئی۔ ان حضرات نے اپنی تصانیف، اپنے کلام کے ذریعہ مردہ دلوں میں زندگی کی لہر دوڑا دی اور عیش و نشاط کے دھارے کو بدل کر مآلِ عیش اور بے ثباتیِ حیات کی بصیرت عطا فرمائی۔

روحانیت کے یہ علمبردار خاموشی سے جہل، اخلاقِ ذمیمہ اور دوسرے نقائصِ معاشرت کے خلاف برسرِ پیکار رہے۔ انھوں نے اپنے علم و عرفان سے ایسی شمیمِ اخلاق پھیلائی کہ شش جہت مہک اٹھے۔ ان ہی صوفیائے کرام میں حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ

[1] اس مختصر مقدمہ میں صرف آپ کے ہندی کلام پر تبصرہ ہے۔ آپ کے مفصل حالات دیکھنا ہوں تو حسب ذیل کتب میں دیکھیے۔ اذکار الابرار۔ روض الازہر۔ تذکرہ مشاہیر کاکوری۔ انتصاح عن ذکر اہل الصلاح۔ بہارستانِ تراب۔ ان کے علاوہ مصحفی اور دیگر تذکرہ نویسوں نے آپ کا حال اپنے تذکروں میں لکھا ہے۔

بھی تھے۔ وہ خمول و گمنامی میں رہکر اپنی نظم و نثر کی بلند پایہ تصانیف سے تعمیرِ حیات کا سامان بہم پہنچاتے رہے۔ اگر آپ کا اردو کلام شہر کے مہذب اور اہلِ علم طبقوں کے دلوں میں جذبات تلاطم پیدا کر رہا ہے تو دوسری طرف ہندی کلام شیریں اور پرموسیقیت برج بھاشا میں دیہی طبقے کے معصوم اور سادہ دلوں میں محبت کا سوز، انس و الفت کی آگ لگا رہا ہے۔ یہی وہ شاعری ہے جو سوتوں کے جگانے کے لیے بانگِ جرس، مردہ دلوں کے لیے صورِ اسرافیل ہے۔ ان ہی شعرا کو حضرت حق نے عام شعرا سے مستثنیٰ کیا ہے کہ الا الذین امنوا و عملوا الصلحات و ذکروا اللہ کثیرا۔ ان ہی شعرائے کرام کو بارگاہِ رحمۃ للعلمین سے تمغائے تلامیذ الرحمٰن حاصل ہوا۔ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ اپنے دور کے ان اولیائے کبار میں تھے جن کے فیضانِ نظر نے دنیا داروں کو بیک نگاہ دیندار بنا دیا۔ آپ نے مسندِ رشد و ہدایت پر متمکن ہو کر اپنے ارشادات اپنے کلام اور تصانیف[2] سے ہزاروں دلوں سے یاس و حرمان کے بادل ہٹا دیئے۔ حجاباتِ خودی دور کر دیئے اور

[2] حسب ذیل تصانیف آپکی یادگار ہیں۔ دیوانِ اردو۔ دیوان فارسی۔ مثنوی اصل المعارف۔ کشف التواری۔ مجمع الفوائد۔ فتح الکنوز۔ مقالات صوفیہ۔ تعلیم الاسرار۔ اصول المقصود۔ شرائط الوسائط۔ مجاہدات الاولیاء۔ اسناد المشیخت۔ مطالب رشیدی۔ کل تصانیف فارسی میں ہیں۔ مطالب رشیدی کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ انکے علاوہ آپ کے مکاتیب مفاوضات و تعلیمات قلندریہ میں طبع ہو چکے ہیں۔

بے خودیٔ شوق کی دولت دلوں کو بخشدی، خرد کے جہل کو محبت کی کیمیا سے بدل کر زندگی بخشنے کا شعور عطا کیا۔ عبادت اور عبودیت کا مفہوم و مقصد دکھایا۔ ڈوبتوں کو اپنے میٹھے بولوں اور ہمت افزا نصائح سے سنبھالا۔ غم والم سے نمناک آنکھوں کو ایک نئی اور طرفہ بینائی عطا کی جس سے مقصد حیات منکشف ہوا۔ ان دوہوں اور ٹھمریوں میں درد عشق کی کسک ہے، جذبات غم وہم کی عکاسی ہے۔ یہ شاعری برائے شاعری نہیں بلکہ ایک پیغام حیات کی حامل ہے۔ اس صاف اور سادہ برج بھاشا میں وہ شرر الفت نہاں ہیں کہ جن سے روحیں سرشار و متوالی ہو جاتی ہیں۔ ان کے نغمے سخت طبائع میں بھی وہ انقلاب عظیم برپا کرتے ہیں کہ رگ گل نوک شمشیر بنکر دلوں میں چبھنے لگتی ہے۔ یہ شاعری شدت جذبات کی حامل ہوتے ہوئے تمکین و ضبط نفس کا آب حیوان پلاتی ہے۔ یہ ایک ایسے دل سوزاں اور منور دماغ کی پیداوار ہے جس نے حسن ازل کی تجلیوں سے معمور ہو کر شرح حسن کر دی ہے۔

اودھ کے ایک نامور قصبہ کاکوری میں اٹھارھویں صدی عیسوی میں حضرت عارف باللہ شاہ محمد کاظم قلندرؒ نے خانقاہ کاظمیہ قائم کی، وہ خود ہندی کے ایک بلند پایہ شاعر تھے جن کا مجموعۂ کلام سانت رس کے نام سے طبع ہو کر زیب نظر و زینت قلب و نگاہ بن چکا ہے۔ حقائق و معارف کے ادق مسائل، تزکیۂ نفس و تجلیۂ روح کے بلند و ارفع نظریات کو عوام کی زبان میں ادا کرکے قدیم موسیقی و دھنوں میں اس انداز سے نغمہ سرائی کی کہ صداقت خیال و حسن تخیل سے دلوں کو

مسخر کر لیا فنا فی العشق کے مراتب طے کرا کے دلوں کو زندہ اور پائندہ کر دیا۔ حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ آپ کے فرزند رشید اور خلیفۂ اکبر تھے۔ اپنے والد محترمؒ کی پیروی میں آپ نے ہندی کلام میں بھی تعلیم فرمائی ہے لیکن نسبتاً سہل و عام فہم زبان میں خیالات وہی ہیں داستان عشق و سوز وہی ہے تمثیلات وہی لیکن زبان سلیس برج بھاشا ہے کہ عامی سے عامی شخص سمجھ جائے۔ تقریر کی لذت حرف حرف سے عیاں کہ ہر شخص اپنے دل کی پکار ان نالہائے موزوں میں سن رہا ہے۔ قبل اس کے کہ آپ کے ہندی کلام کا تجزیہ کیا جائے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے حالات زندگی مختصر طور پر بیان کر دیئے جائیں تا کہ آپ کے کلام کا ایک پس منظر بن سکے اور ان محرکات کا پتہ چل جائے جن سے آپ کے کلام میں حزن و ملال، سوز و گداز کی ساری کیفیتیں کھنچ کر آگئی ہیں۔

حضرت شاہ تراب علی قلندرؒ ۱۱۸۱ھ میں بمقام کاکوری ضلع لکھنؤ پیدا ہوئے، عہد طفولیت والد محترم کی آغوش ولایت میں بسر ہوا۔ علوم متداولہ کی تعلیم جمیع معقولات و منقولات کا درس اپنے والد محترم نیز ملا معین الدین بنگالی و ملا قدرت اللہ بلگرامی سے حاصل کیا۔ حدیث شریف کا درس ملا حمید الدین محدث کاکوروی سے لیا، قاضی القضاۃ مولانا نجم الدین علی خاں بہادر سے عروض اور مولوی فضل اللہ نیوتنوی سے فقہ پڑھی۔ ابتدائے عمر سے ہی تزکیۂ نفس اور مجاہدات عملی کی تعلیم اپنے والد ماجدؒ سے

حاصل کی۔ فروتنی اور تواضع، خاکساری اور بے ہمگی کے مراحل اس طرح طے کئے کہ والد ماجد کے حکم سے اکثر مریدین و عاقدین کی خدمت گذاری میں مشغول ہوتے۔ کبھی کبھی جاروب کشی کا بھی حکم ہوتا۔ غرض جوہرِ اصلی کی صیقل اس طرح ہوئی کہ مرشد کے اخلاقِ حسنہ و اوصافِ حمیدہ کا نقشِ ثانی بن گئے، جمالِ ہم نشین نے تاثیرِ کیمیا گری عطا کر دی وہ روحانی مراتب و عظمتیں عطا کیں کہ ہزاروں کو راہِ سلوک دکھا کر فائز المرام کر دیا۔

تعلیمِ ظاہری کے ابتدائی دور میں اتفاقاً بطورِ اعتراض ایک فقرہ والد محترمؒ کی نغمہ سرائی اور غلغلۂ عشق کے سلسلہ میں نکل گیا حضرت شاہ محمد کاظم قلندرؒ سے کسی نے بیان کر دیا آپ نے متبسم ہو کر فرمایا کہ "جب لگیہے تب جنیہے" عارفِ کامل کے زبانِ فیض ترجمان کی بات تھی، تیر نشانہ پر پیوست ہوا۔ صاحبزادہ صاحب کے دل پر محبت کی وہ چوٹ لگی جو زندگی بھر کے لیے سویدائے دل، متاعِ جان بنی رہی۔ جس نے فارسی و اردو کلام ہو یا ہندی سب میں سوز و تڑپ کا ایک غیر فانی رنگ دیدیا۔ یہ داستانِ غمِ عاشقی بڑے لطف و پیار سے بیان کی ہے جس سے ان محرکات کا پتہ چلتا ہے جنھوں نے کلام کو شعریت و گداز کی دولت سے مالا مال کر دیا مذکرہ بالا واقعہ کو آپ نے خود بیان فرمایا ہے۔

کس مبتلا کی ہائے مجھے بد دعا لگی　　اس شوخ چشم سے جو مری آنکھ جا لگی

آج بھی آپ کے دم سے اور ٹھمریاں ہوش و خرد کے دامن چاک چاک کرتی نظر آتی

ہیں۔ برج بھاشا کے یہ رسیلے اور میٹھے گیت مقامِ ناز کے اسرارِ نہاں کے حجابات چاک کر دیتے ہیں اور مسالکِ نیاز مندی کے عقدے کھولکر انشراحِ قلب کے خزانے لٹاتے ہیں۔ کنزِ مخفی، اپنی ذات کو چھپا کر صفات کی جلوہ گری میں محو ہے۔ جزو اپنے کل سے ملنے کیلئے بیقرار ہے۔ یہی خیالات و اسرار ہیں جو سبک اور شیریں الفاظ کے شعلوں میں دہک رہے ہیں۔

لطیف اشاروں، حسین تشبیہوں، معنی خیز تلمیحات کے پردہ میں اظہارِ جذبات ہے۔ اندازِ بیان کی نفاست حسنِ خیال کی جلوہ گری پورے کلام کو نگار خانۂ چین بنا رہی ہے۔ یہ مسلکِ معرفت و محبت کے غیر فانی جذبات کے ذریعہ عروجِ روحانی کی آخری مقام تک پہنچتا ہے۔ یہاں محبت کے متوالے بیک نگاہ کارِ دو جہاں، حاصل کرتے ہیں۔

جائیکہ زاہداں بہ ہزار اربعین رسند　　مستِ شرابِ عشق بیک آہ می رسد

موضوعِ شاعری وہی عشق و محبت کی داستانِ رنگیں ہے، پس منظر وہی گوکل اور بندرا بن کے سبزہ زار ہیں۔ وہی شیام کی شوخیاں ہیں وہی ادائیں اور عشوے ہیں جن پر گوپیاں ریجھی ہوئی ہیں یہ سب لباسِ مجاز میں بیانِ حقیقت ہے کہ کس طرح جلوہ گاہِ حق میں شانِ بے نیازی اپنے تمام غمزہ و ادا و ناز و غمزہ کے حربے برتنے کار لا کر عشق کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے حسنِ حقیقی نے سازِ آرزو چھیڑ دیا ہے اور خود مصروفِ ادائے بے نیازی ہے، عشق ہے کہ ہمہ تن نیاز ہو کر وقفِ خلش اور صرفِ تپش ہے۔ آئیے ذرا ان موسیقیت ٹھمریوں کے محاسنِ ادبی پر ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ کس دلکش انداز میں محسوسات کی نو بہ نو رنگینی ان میں جلوہ گر ہے۔

بسنت کی سہانی اور عشق انگیز رُت آ گئی۔ ہر شے پر بہار ہی بہار ہے، ہواؤں میں کیف، فضا پر مستی چھائی ہے۔ نوخیز دلوں میں امنگوں کی یورش ہے۔

آیو بسنت بھئیں متواری　　امنگ چلیں سب باری کنواری

کوئی عبیر لیے بھر جھوری　　کوئی بنائے رہی پچکاری

کوئی بجاوت دف کوئی گاوت   کوئی ڈگر ما ناچت ٹھاری
دیکھو تو کیسی بن بن آئیں   سندر ناردلی کی سنواری
اب ہی سو برج ما دھوم مچی ہے   ہوری کھیلت ہے شیام بہاری
آپ بچو رہے سب کو رنگ دے   کو ہے تراب اس جیتر کھلاری

یہی کنواریاں اعیانِ ثابتہ ہیں جو حضرتِ علم میں حاضر ہو کر اپنے سہاگ کی متقاضی ہیں اور معشوقِ حقیقی کا عکس بندرائن یعنی عدم میں منعکس ہوتے ہی مظہرِ کمال کنھیا بنکر جلوہ گر ہوا اور اپنے شیوناتِ جمال و جلال سے عالمِ تنزیہہ و تشبیہہ کو منور فرما رہا ہے۔

ہولی کے لمحات، رنگین کا کتنی رنگینیت اور موسیقی سے رچے ہوئے الفاظ میں بیان ہے سب سکھیاں کیفِ بہار سے مست ہو کر ہولی کھیلنے نکلی ہیں کہیں عبیر سے جھولی بھری جا رہی ہے کوئی رنگ پاشی کے لیے پچکاری بھر رہی ہے، کہیں سازِ طرب پر نغمۂ بہار چھڑ رہا ہے، کہیں کوئی رقص کناں ہے چہرہ گلال کے رنگ سے گلگوں ہے۔ ذات اپنے صفات میں جلوہ گر ہے۔ بظاہر یہ عیش و طرب کا دلکش نظارہ ہے لیکن حقیقتاً معرفت و سلوک کی داستان ہے کہ آج حسن اپنی شانِ تنزلہ میں جلوہ گر ہے جس سے دنیائے عشق میں محشرِ رستخیز برپا ہے۔ ظرفِ نظر کا بھی امتحان ہے۔ اب جیب و گریباں کی خیر نہیں اب تمکین و ہوش، خرد و خودی کی غارت گری کا دور آگیا۔ اس عالم میں کون ہے جو اپنا دامن بچا سکتا ہے۔

یہی شیوناتِ سوز و سازِ عشق ہیں جنکی کرشمہ سازیاں عشق بازی کی معاملت ہیں جن میں کبھی سوز غالب ہوتا ہے اور کبھی ساز۔

کھیل رے کنھیا پیو سنگ ہوری   پوری بھئی من انچھا توری
شیام کے نیناں لاگے ہیں تہہ سو   سنمکھ آؤ نہ کر جتن چوری
بہیاں پکڑ جھٹ چھین لے گاگر   بوردے رنگ ما پاگ جھوری
کس موہن کا بس ما کئے نین   ہاتھ ملت ہے رادھا گوری

گویا غلبۂ ساز سے کنھیا کے نظر چڑھ گئی ہے اور رادھا غلبۂ سوز سے کنھیا کی نظر سے اتری

معلوم ہوتی ہے کنھیا ان دونوں کیفیات (سوز و ساز) سے تشکیک ہو رہا ہے۔

کبھی کبھی عشق کی متوالی "جلوت" کی دھوم دھام اور رنگینیوں سے تنگ ہو کر تنہائی میں کتنی صفائی کی متمنی ہوتی ہے۔ ہجومِ اغیار سے عاجز ہو کر کبھی کبھی محبوبِ دلنواز کے ساتھ دل تنہائی ڈھونڈھتا ہے کیونکہ "خلوت" ہی میں بخششِ خاص کے مواقع بھی نصیب ہو سکتے ہیں۔

بھاگ رچیتوں اکیل پیا سنگ   جھرمٹ سوں موری جائے بلائے
تن رنگیتوں دہی کے رنگ سوں   اور رنگ سب دہیوں بہائے
دھورے اٹھوں پیا کے چرن کی   عبیر گلال کا دہیوں اڑائے
سب جگ پھونک کے ہوں گی میں کبھیلو   لیہوں تراب کو گروا لگائے

عبد کی شانِ کمال یہی ہے کہ وہ معبود کے صفاتِ حسنہ کا حامل بن جائے یہی وہ مقامِ محمود ہے کہ معراج میں انسانِ کامل (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کو عطا ہوا۔ ذاتِ حق کے صفاتِ عالیہ کے رنگ اختیار کر کے ماسوا کو اس کی محبت میں پھونک دینا ہی سلوک کی آخری منزل ہے۔ یہی ماحصل ہے اس وعدہ کا جو روحِ انسانی سے الستُ بربکم کہکر لیا گیا تھا جب ماسوا کی محبت آگ میں جلکر خاکستر ہو جائیگی تب ہی محبوبِ حقیقی حاصل ہوگا۔

ایک دوسری ٹھمری میں جمالِ دلفروز اور حسنِ نظارہ سوز کی تصویر ایک طرفہ انداز میں کھینچی ہے جسے پڑھکر وجدانِ صحیح پھڑک اٹھتا ہے۔ اس حسنِ عالم سوز کو دیکھنا تو درکنار اس کا نام ہی سنکر تے ہوش رخصت ہو جاتے ہیں۔ دل اسکو بلانے کیلئے بیتاب ہے۔ بڑے جتن سے وہ رخصتِ دیدار اور بار بار نظارہ دیتا ہے لیکن ادھر وہ آیا نہیں کہ شرم دامن پکڑ لیتی ہے اور کھل کر دل کی باتیں نہیں کہہ پاتی۔ دل کی بات دل میں ہی رہجاتی ہے۔ ہائے محبت کے پینگ کیسے بڑھیں۔

چھب پیاری کو دیکھ سکت ہے   نام سنت ہی بھیوں متواری
جی سے بلاؤں ملے تو لجاؤں   کیسے کہاؤں میں پی کی پیاری
دیکھے جیت ہوں۔ نہ دیکھے مرت ہوں   پریت کی ریت ہے نوکھی ہماری

نیہہ کی بات چھپائے جنت ہے　　　کا سو کہوں میں لاج کی ماری

عاشق و معشوق کی چھیڑ چھاڑ اور ناز و نیاز کا عالم دیکھنا ہو تو اس ٹھمری میں ملاحظہ کیجیے۔ شیام محوِ ناز ہیں۔ عاشق ابھی ناپختہ کاری کے دور میں ہے۔ نیاز، ناز کا بارِ گراں اٹھانے کا متحمل نہیں۔

ہاں ہاں موکا نہ چھیڑ کنہیا　　　ہوں تو دنن کی تھوڑی
برج ما کا اک ہم ہی نسبت ہیں　　　اور بہت ہیں سانوری گوری
بکسی ہوں آج مندر سوانے　　　ساس نند کی چوری
پھینک نہ لال گلال بدن پر　　　اُوجرے اب چونر موری
رنگ سے بولے نہ موری چونریا　　　کھیلوں تو اب وہی سنگ ہوری

کہتی ہے آج ہی تو میں اپنے گھر سے سب کی نظریں بچا کر، اغیار سے کنارہ کاٹ کر جذبۂ محبت کی کشش سے بیتاب ہو کر نکلی ہوں۔ خدا کے لئے میرے صاف کپڑوں پر رنگ نہ ڈال کہیں ایسا نہ ہو کہ محبت کا راز طشت از بام ہو جائے۔ ابھی تک میرا عشق رازِ نہاں ہے۔ جو مجھے صفات کے رنگ سے بچا کر ہمہ بے رنگی کر دے بس تو اُس کے ساتھ ہولی کھیلنا چاہتی ہوں

ایک دل جلی گوپی، شیام کی تلوّن مزاجی پر کیسے تیکھے طنز کرتی ہے۔

ہو جیہت کے ڈھیٹھ لنگروا　　　کا ہیکو موکا رنگ ما بورے
جا تورے بھاگ ما آگ لگاؤں　　　پنڈ پڑ دے ہے ناحق مورے
یاد کر اپنی رادھا جی کو　　　بھول گئی جو من سے تورے
توری پریت کا کون بھروسا　　　ایک سے توڑے ایک سے جوڑے

کہتی ہے کہ تم بڑے ڈھیٹھ ہو۔ آخر مجھ کو ہی کیوں رنگ میں شرابور کرنے کے لیے انتخاب کیا ہے جاؤ میں ایسی ہولی کھیلنے سے باز آئی۔ آخر ہاتھ دھو کر میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔ ذرا اپنی رادھا کو تو یاد کر لو۔ تم نے کیسی جلدی اسکو دل سے بھلا دیا۔ آخر اس تلوّن مزاجی

کا کوئی ٹھکانا بھی ہے کہ آج ایک پر نظرِ کرم ہے تو کل دوسرے پر۔

حسن و عشق کے یہ معاملات، یہ محبت آمیز تیکھے، ترچھے بول، یہ طنز بھرے شکوے یہ حدیثِ دلبری دنیائے محبت کی جان ہیں انھیں کے ہاتھوں طبیعتوں میں گداز، دلوں میں سوز اور روح میں تازگی پیدا ہوتی ہے۔

بہت سہی توری اب نا سہوں گی　　　ایک کہو گے تو لاکھ کہوں گی
چین کرو تم اَوَرن کے سنگ　　　میں نہیں تمھرے سنگ رہوں گی
دیکھی بہت تمہاری جھوٹی　　　اب نہ کاہو کو جی سے جھوں گی
کاہے تو موسے آنکھ چراوت　　　سنمکھ تورے میں آپے نہ جیوں گی
جارو نہ پھوکو مور جیرا　　　رو رو میں گنگا پار بہوں گی
جاؤ بدیس ستا کے ہم کا　　　اب تو نہ کبھو پاتی لکھوں گی۔

کیسا معشوق یعنی وجود اور کیسا عاشق یعنی عدم۔ اگر وجود ہے تو عدم نہیں اور اگر عدم ہے تو وہی وجود ہے۔ وہ "وجہ باقی" جو "عدم" و "وجود" دونوں کو محیط ہے حضرت عشق ہیں جنھوں نے متجلی ہو کر یہ ہنگامۂ رستخیز برپا کر رکھا ہے۔ "عدم" و "وجود"، "عاشق" و "معشوق" انھیں کے دو اطوار ہیں جو کل من علیہا فان ہیں اور یہی حضرتِ عشق وجود و عدم کے تقید اختیاری سے آزاد ہو کر وجہ باقی ہیں اور ذو الجلال والاکرام انکی وہ شان ہے جس میں نہ سوز غالب ہے نہ ساز۔ یعنی حضرتِ عشق کھلاڑی ہیں اور ذو الجلال والاکرام انکی صفتِ بانکپن۔ یہی بانکپن ہمارا وجود ہے۔ یہی کھلاڑی کا کھیل ہے جس سے اسکی شناخت ہوتی ہے۔ شناخت کے بعد کھیل ختم۔ نہ وجود ہے نہ عدم۔ کھلاڑی ہی کھلاڑی ہے

کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام

مجتبیٰ حیدر کان اللہ لہٗ ـ کاکوری ضلع لکھنؤ　۱۰ ربیع الآخر ۱۳۷۷ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱)

بسنت

(تجلّیِ حُبّی اور رفاحبیتُ ان اعرف کی جلوہ گری)

آیو بسنت بھئیں متوارِی   اُمنگ چلیں سب بارِی گنواری
کوئی عبیر لئے بھر جھُوری   کوئی بنائے رہیں پچکاری
کوئی بجاوت دَف کوئی گاوَت   کوئی ڈگر ما ناچت ٹھاری
دیکھو تو کیسی بَن بَن آئیں   سُندر نارِ دَئی کی سنواری
لال گُلال لگائے مُکھ پر   رنگ سے بھیجی چونر ساری
اب ہی سو برج میں دھُوم مچی ہے   ہُوری کھیلت ہے شیام بہاری
آپ بچو رہے سب کا رنگ دے
گو ہے تراب اُس چتُر کھلاری

(۲)

ایضًا

آؤ ری سکھیو سب مِل جُل کے   نئے نئے رنگ سو بَسَن رنگاوَن
نئی ہے بہار نئی رُت لاگی   نئی نئی چھب سو پیا کو رجھاون
اب کے بسنت پیا آگئے سُو   آئے ہیں بھاگ سہاگ رچاوَن
کھُبی ہے تراب پیا کی کر پا
کیسے نہ ہوری کی دھُوم مچاوَن

ایضاً

(۳)

ایو بسنت نئی رُت لاگی — لائے ہیں شیام گہار نئی

رنگ نیا اور نئی پچکاری — نیکی لگت ہے پھار نئی

نئی نئی چھب سو رجھاون لاگی — بن ٹھن کے سب نار نئی

ہیت کی ریت نئی ہے یاہیں — جیت نئی ہے ہار نئی

جا سو تراب کے نیناں لاگے

واکی بنت ہے بہار نئی

نغمۂ ہولی

(۴)

اب کی ہوری کا رنگ نہ پوچھو — دھوم مچی ہے بندرابن ما

شیام بہاری چتر کھلاری — کھیل رہا ہوری سکھین ما

ہاتھ لئے پچکاری بھرت ہے — عبیر گلال بھرے داون ما

کیسے سکھی کو ونکسے مندر سو — ٹھاڑو ہے ڈیٹھ لنگر آنگن ما

موکا کہاں وہ ڈھونڈھ سے پاوے

ہیں تو چھپی ہوں تراب کے من ما

---

۵ "بسنت" معشوقِ حقیقی کا شوقِ خود نمائی ہے جسکی خاطر "حقیقت" تعینات میں مقید ہوئی۔ اس قید و تقید سے رہائی کی دنیاوی مثال ہولی ہے۔ رنگ کھیلنا تعینات کا عالم تشبیہ میں لانا ہے اور ہولی جلانا صفات کو پھونک کر ذات میں فنا ہونا ہے۔ شیام بہاری (محبوب) ہر ہر تعین کا حق ادا کر رہا ہے۔ تجلی جبیں کوند رہی ہے۔ تعیناتِ جزوی اپنی حقیقت جانتے ہوئے اس تقید و تلوثِ مجاز سے شرما رہے ہیں۔ ان مجازی ہنگامہ آرائیوں پر حقیقت زیرِ لب مسکراتی ہے اور بے حرف و صوت گویا ہوتی ہے۔

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المومن

(۵)

ایضاً

کھیلے کُنجا پیو سنگ ہوری　　پوری بھئی مَن اِنچھا توُری

سام کے نین لگے ہیں تہہ سو　　سنکھ آؤ نہ کر چت چوری

بَہیاں پکڑ جھٹ چھین لے کامَر　　بوردے رنگ ماپاگ پچھوری

کَس موہن کا بَس میں گئے نیَں　　ہاتھ مَلت ہے رادھا گوری

مان ترآب کا کہنا اِ یتا

مان نہ کر بھگمان کشوری

(۶)

ایضاً

ہو جسمت کے ڈھیٹھ لنگر وا　　کاہیکو موکا رنگ ماپورے

جاتو رے پھاگ ما آگ لگاؤں　　پنڈ پڑوہے ناحق موُرے

یاد کرا پنی را دھا جی کو　　بھوُل گئیں جو من سے تورے

توری پریت کا کون بھروسا　　ایک سے توڑے ایک سے جوڑے

پیت کی ریت ترآب سے سیکھیے

جیت مرت جو کبھوں نا چھوڑے

(۷)

ایضاً

اؤنندلال کنور برج راؤ ہوری ما ایسی نہ دھوم مچاؤ
اپنی سکھی کو چاہ سو کہہ لے اور کو ایسی نہ گاری سناؤ
بُور نہ رنگ ماہر کا ہو کو دیکھ سمجھ کے عبیر لگاؤ
رانگ نہارت تاک کے مارت یہہ تو بُرا ہے تُو رُسبھاؤ
تیں برج راج تیرے سب پرجا کا ہو جتن نا تُہہ سے بچاؤ
تُہہ کا دئی نے بنایو ٹھاکر ٹھاکر ہوکے نہ کر انیاؤ

جیسی تراب سو بیت رکھت ہے
ویسے ہی ہم ہوں سُور اکھ بتاؤ

(۸)

ایضاً

(عینیت)

پھاگ سہاگ مورے گھر نت ہے
بھیجی ہوں میں تو پیا کے رنگ ما
سو کا نہ کوؤ پچکاری مارے
لال نین ہے مورے انگ ما
جھرمٹ تنکو نہیں مو ہے بھاوت
جب سے پڑی ہوں تراب کے سنگ ما

ایضاً

جا رے کنھیا میں گاری دیت ہوں   کاہے کھڑا مورے تیر

اپنی تو پاگ بچائے رکھت ہے   مورا بھجووت ہے چیر

اپنا تو مکھ موسے اوٹ رکھت ہے   مکھ مورے۱؎ ملت ہے عبیر

دیکھ تراب کہو کی نہ مانت

ایسو ہے شیام شریر

۱؎ معشوقِ حقیقی منزہ رہنے کے باوجود تقید تعیناتی اختیار کئے ہوئے ہے ہم نے ناحق اپنے افعال کو اپنا جانا ۔ یہ تو اُسی کے کرشمے ہیں ۔

ایضاً

کو کھیلے واسو ہوری رے لوگو

گھونگھٹ کھول عبیر ملت ہے   مکھ میچت برجوری رے لوگو

کانھ کنور اس ڈھیٹھ لنگر ہے   رام رکھے پت۱؎ موری رے لوگو

برجت ناہیں کبھوں واکو   اسی برکھبھان۲؎ کشوری رے لوگو

موری تو آنکھ تراب سو لاگی

کیسے کروں چت چوری رے لوگو

۱؎ ۔ لاج ۔

۲؎ ۔ رادھکا کشوری کے والد کا نام تھا ۔

ایضاً

ہاں ہاں موکا نہ چھیڑ کنھیّا — ہوں تو دِنن کی تھوری

برج ما کا اک ہم ہیں بسنت ہیں — اور بہت ہیں سانوری گوری

بکسی ہوں۔ آج مندر سواپنے — ساس ننند کی چوری

پھینک نہ لال گلال بُبن پہ — اُبھر رہے اب جوبن موری

رنگ سو بولے جو موری چونریا

کھیلوں تر آب وہی سنگ ہوری

ایضاً

سپنے ما آنکھ پیا سنگ لاگی — چونک پڑی پھر سوئی نہ جاگی

ہیو چھُٹ کوؤ نہیں ہے اپنا — یہہ سپنا کہی کہہ کے آگی

بھاگ ما سوئیں پیا مل سب ہی — جاگوں اکیلی مُہی تو آبھاگی

رنگ رنگ کی وے ساری بہریں — جو ہیں اپنے پیا رنگ پاگی

ہوں تو رہت بیراگ میں نِس دن

جب سو تر آب بھئے بیراگی

ایضاً

پھاگ رچیہوں اکیلی پیا سنگ — جھرمٹ سو موری جائے بلائے

بسن رنگیہوں وہی کے رنگ سو — اور رنگ سب دیہوں بہائے

دھول لے ایہوں پیا کے چرن کی — عبیر گلال کا دیہوں اڑائے

سب جگ پھونک کے ہوری کھیلہوں

لیہوں تراب کا گروا لگائے

ایضاً

دیکھ سکھی کہوں رنگ نہ ڈالے — ہے یہہ لنگر واڈیٹھ وہی

بیم گگریا سیس دھری ہے — کون جتن واسو بانچ رہی

پھگوا مانگت رار کرت ہے — کس گوئی بیچے دودھ دہی

مارت ہے پچکاری تک تک — برج مارنگ کی ندی بہی

گھر گھر ڈولت گھونگھٹ کھولت — کب لگ واکی دانڈ سہی

مورے تو ناحق پاچھے پڑو ہے — لاج کی بات نہ جات کہی

اٹھ پہرت ناکا ہوکا وا پر

جاکی تراب نے بانہہ گہی

ایضاً

(حسرتِ نا یافت)

جا سو چاہیں پیا کھیلیں ہوری — مُوسے نہیں کچھ کام ری گُیّاں
تن من اپنے رنگائے کے ناحق — ہو تو بھی بدنام ری گیاں
بھاگ ما بھاگ کھلے سوتن کے — ریجھے ہیں اُن پر شیام ری گیاں
اُن کے پرکھے کو دُوکھ نہ دیجئے — کھوٹے ہیں اپنے دام ری گیاں

گیان یہی ہیں تراب سو پایوں
ہر مار مُوہے رام ری گیاں

ایضاً

یہہ برج بالا نند کا لالا — بھاگ ما موسے رار کرت ہے
چھیڑ کے بھاگت بھگوا مانگت — ناحق مورے پیچھے پھرت ہے
ناکو روکت ناکو ٹوکت — سگری نگری واسو ڈرت ہے
ہے مدھ ماتا رسیا چھیلا — گھیچت ہے پاؤں دھرت ہے
تالی بجاوت دھوم مچاوت — گالی سناوت لاج ہرت ہے
برج میں ہوری کی دھوم مچی ہے — رنگ بہت ہے عبیر اُڑت ہے

بھاگ کے جاؤں تراب کہاں اب
ہر تو ہر کہیں دیکھ پڑت ہے

ایضاً

پھاگن ما پیا موسے رسائے   کیسے کروں میں سہاگ رے

اورن کے نت پاس رہت ہے   ہم ہی سو بھاگا بھاگ رے

شیام کی لاگ لگی کبجا سو   پڑ گئی موسے لاگ رے

جوگن ہوکے نہ بیٹھوں کیسے   موکا توہے براگ رے

آپ تو سوئے تراب سو مل کے

موہے کہت ہے جاگ رے

در نغمہ ہوری و خیال

کیسے نہ مورا جیو گھبرائے   پیو تو گئے ہو بدیس رسائے

رو رو موکو کٹت ہے نسدن   کوئی نہیں لاوت پیو کو منائے

تم تو رہت ہو پیا مل سکھ ما

جانے تراب تمھاری بلائے

ایضاً

بِرہ کی ماری مَیں تو مری　　اے دئی ناحق بِپت کری
نیہہ کا دُکھ ہیا چھِن چھِن باڑھت　　سُکھ نہیں پاوت ایکو گھڑی
سوئے بنت نا، روئے کٹت نا　　مو پر بپت یہ کیسی پڑی
کھوئے لٹیں وہ کا بھیو سنکھ　　پڑ گئی مورے گرے پھنسری
کون جتن جنجال سو نکسوں　　بال بال ہوں بندھی سگری
جو یہ پھندے سے مو کا چھڑاوے　　واکے چرنن پر سیس دھری

کاظم چاہیں تو بہت نباہیں
تُہ سے تراب نہ کچھ سپری

ایضاً

ہمری سبھا میں وہ آوت ناہیں　　بیٹھ رہا سوتن کے ٹھہامیں
پیم کا اُنجھر ایکو نہ جانا　　جنم گیو سب گپت کتھامیں
گیان دھیان صاحب کا بھولا　　بندھ رہو مَن مات پِتا میں

سُن کے تراب کی بات کہت ہے
آگ لگے کہوں[1] یا کی ٹھہامیں

[1] عاشق کے اظہارِ حسرت و نامرادی کا جواب کار کن کار بگذر از گفتار ہے۔

ایضاً

(کیفیتِ تلوینی سے پریشانی اور مرشد سے استمداد)

چھب پیاری کو دیکھ سکت ہے   نام سُنت ہی بھیوں متواری
جی سے بلاؤں۔ ملے تو لجاؤں   کیسے کہاؤں میں پی کی پیاری
دیکھے جرت ہوں نہ دیکھے مرت ہوں   ہیت کی ریت ہے نو کھی ہماری
نیہہ کی بات چھپائے نہ بنت ہے   کا سو کہوں میں لاج کی ماری
تن من جا رو تر آب پیا نے
کاظم شاہ دُہائی تمھاری

ایضاً

(معیت)

جاکو نہیں کوئی دیکھ سکت ہے   وہ تو رہُو مورے گھٹ ما سمائے
ہیوہے تو نت سنجوگ رہت ہے   جوگ[1] کرے اب ہم ری بلائے
ٹھور ٹھور تر آب پیا ہے
جگ ما نہیں کوؤ واکے ریوائے

[1] جب معیت دائمی و انانیتِ حقیقی حاصل ہے تو پھر یاد کون کرے بقول کبیر داس
کبیرا کہا! بھیو ہر لسبرے مو رے سر سے ٹلی بلائے۔

ایضاً

(سوز و ساز)

کون کرے اب تیر تھ با فی — ہوں تو برہ سو بھئی ہوں دوانی
من چینگا تو کٹھوتی ما گنگا — ہے یہہ کہا وت جگ ما بکھانی
آگ لگی بچھڑن کی تن ما — گئی گنگا تہوں ناہیں بجھانی
پیو نرموہی کی بات کہوں کا — نیہہ لگائے بہت پچھتانی
وا تو رہت ہے تراب کے سنگ ما
جا کے لئے ہوں منتے مانی

کہروا

ایضاً

رسیلے پیو سو رہس رہس کے کھلی جتن سو میں رات جاگی
جو بھور ہوتے پیا سدھائے بھیو کر بجوا ہمار داگی
تراب موری بتھا نہ پوچھو۔ نہیں موسا کوئی ابھاگی
میں آج کیسے رہوں نہ بیکل موہے تو چٹیک پیا سو لاگی

ایضاً

کاسو کہوں دُکھ اپنا دئی — پیت نئی کی ریت نئی

ایک نظر دکھلائے موہے مارا — کاہو، جتن پھر سُدھ نہ لئی

ایسے نِٹھر سو کام پڑو ہے — آنکھ لگائے ہیں جی سُو گئی

پیت لگائے کے واسو جگ ما — ناحق ہیں بدنام بھئی

درد نہیں کاہو کی جن کا — دے گئے موکا پیر دئی

پیر پرائی جو جانت ناہیں — کیوں دئی ان کی پیر دئی

ڈھونڈ موہی کہا نہیں مانت — موہ میا کا۔ کو بِسکھئی

ہاں ہاں ترآب ٹرپوں تو رے پیّاں

کاظمؔ سو کر مو رسئی

ایضاً

(ابتلائے مجاز)

کہہ جنجال مُو پڑ گیوں دنیا — مَن اُلجھا کالی زُلفن ما

کو سُلجھاوے کون چھٹاوے — بار بار بندھو الُکن ما

چک کھیرت ہیا بان لگاوت — آگ لگے واکی چِتون ما

موہنی مورت سوہنی صورت — لاج بھری پیاری انکھین ما

دیکھے تراب دہی کا جھمکا

چھب پیاری سندر موہن ما

ایضاً

نیکی لگت موہے اپنے پیا کی　　آنکھ رسیلی لاج بھری

جادو کیو مو پہ چتون سو　　چین گئی موری نیند ہری

آنکھ لگت نہیں ٹک دیکھے بن　　دیکھے نظر بھر جات مری

موکا نہ کچھ سمجھا ڈری گئیاں　　ہیں اس پیا رسو در گزری

کاہے ترآب ڈروں کا ہو سے

بیت گری کا چوری کری

ایضاً

(مجاز کی دل سوزی)

سیّاں سنگ کس مورا لاگو نینوا

آنکھ لگت نہیں نیند پڑت نہیں

جاگ کٹت ہے سگر درنیوا

جب سے ترآب پیا کو دیکھیوں

تنکو نہیں مورے من کا چینوا

ایضاً

کون کہے رسیا سُو جائے

کَل نہیں مَن کو۔ بل نہیں تن کو

جب سو گئے تم آنکھ لگائے

کیسے تر آب پیا کو بھو لوں

وہ تو گیو مورے ہیا نا سمائے

ایضاً

کچھ موہی سوہجات ننَد تورا بِرنا

سَوتن کے سنگ کھیل گنوا وت

اچھی طرح دِن رات ننَد تو را بِرنا

سوئی تر آب سو ہنس ہنس بولت

مو سے نہیں مُسکات ننَد تورا بِرنا

ایضاً

کہہ نہ گئے کچھ موسے سیّاں

آئے اَبیر پدھارے سبیرے

رہ گئی من کی من ما گُیّاں

ہے تورے ہاتھ درس کاظم کا

لاگوں تراب میں تورے پیّاں

ایضاً

موکا دکھائے دے سیّاں کا نگرا

کاہے کو بھولی بھٹکنی پھروں میں

سیدھا اُدھر کا بتائے دے ڈگرا

ہاں ہاں تراب میں چیری ہوں تیری

واروں گی تجھ پہ تن من سگرا

ایضاً

(فراق)

کانھ کنور کے کارن رادھا

تن سے بھئی ہے بِری دُبری

جب سے سدھارے شیام دوارکا   سونی بھئی سب گوکل نگری

رانی پُرانی بھئی بیراگن   راج کرے نئی نوکھی کُبری

جُھر جُھر کے مر مر کے سکھیاں   کوکت ہیں دئی کاد گری

کنھیا یو تراب پیا کو

بھول گئے جو سُدھ ہمری

ایضاً

(وصل)

بھلے جو گئی موری گہہ لے بہیاں

سُدھ بُدھ ہمری بدل گئی سگری   دیکھت ہی واکی پرچھیّاں

کاہم ہی واکے ہاتھ بکانی   چیری بھئیں ہمری سب گُیّاں

رہت سہت دو کا ہو کے گھر نا   جب سو بسو مورے ہیے کٹھیّاں

پرپت کرت ہے تراب وہی سنگ

کرپا جا پر کرت ہے گُسیّاں

ایضاً

(بعنایتِ مرشدی وصلِ محبوب حاصل ہونا)

بانہہ گہے کی لاج وہی کو   لاگوں میں اپنے گروکے پیّاں
جب سو دَیا کی مو پر گرو نے   تب سے بھیو موے بس ماسیّاں

مورے نو گھٹ ماترابؔ سمانو
جانت ہیں سب لوگ لُگیّاں

ایضاً

(حدوث سے اُلجھن اور وصلِ عریاں کی طلب)

پیا آؤ بساؤ نگریا ہمری

مورا مندروا راکھو جن سونا   دیکھو آن اَٹریا ہمری
بھول گئی کس سُرت ادھر کی   کاہے نہ لیت خبریا ہمری
بات چلن بھیو دو بھر ہم کا   چھینکے ہیں بیری ڈگریا ہمری
تم چھُٹ کا ظلم ۔ کا کو پکاروں   کون سُنے یہہ گہریا ہمری
دُکھ کی جُھہار پرت ہے دیکھو   بھیجے نہ پاوے چُنریا ہمری

یاہی عرض ہے ترابؔ کی حضرت
پار لگادو نوریا ہمری

ایضاً

کیسے میں لاگوں پیا کے گروا   چُبھ چُبھ جات گہرے[1] کا ہَروا

کہہ بنتن سُو کہہ منتن سو   آئے جو مورے من بروا بیروا

بیری نندیا[2] رہی نس جھانکت   سووے نہ پایوں میں اکیو بیروا

چین سے سووے تو اب پیا سنگ   مونڈ کے اپنے دُسو دُو روا

وا کے تو من کو نہیں غم تن کو

سُکھی رہے اُس مور جیروا

[1] ۔ میرے گلے کا ہار یعنی علائق حائج ہو رہے ہیں۔

[2] (نفس امارہ) یعنی نفس کے تقاضے میرے لیے حجاب بنے رہے۔

ایضاً

سیاں بن اکیلی پیا تباں کہوا ادر سنگ کا ہے

جو اب کو سجن ہے مورا جی دیکھو کا جا ہے

بیرن نیند اُبان ستمر دنیاں ا ہے

جنمر جبیرین بن نندیا سیں ایکا ہے

ایضاً

آؤ پیرو ہمرے مندر وا بہت کرونا ہم کا تنگ
پیت لگائے بدنام بھئے ہیں ہم[1] تم دونوا یکے رنگ

دور رہت ہو کاہے ہم سے
میں تو مرت ہوں یاہی غم سے
تم جگ جیو تراب کے دم سے
سُکھ مار ہو نت وا کے سنگ

[1] ۔ ارشاد فاحببتُ کی طرف اشارہ ہے۔

ایضاً

(کرشمۂ اول یعنی اَلَستُ بِربّکُم کی یاد)

کس بانکی چتون سو ظلمی ۔ مار گیا رے مار گیا
ہاتھ ملت ہوں آہ کرت ہوں موپہ پڑا ہے دُکھ یہہ نیا
کام نہ ڈارے دل اس بیوے جا ہیں نہ ہو کچھ مُوہ مَیا
تھا سنجوگ بھلا کا ہو دِن بھولت ناہیں وہ سمیا
آس لگی ہے پیب کی سجنی
کبھوں تو کری ہے تراب دیا

ایضًا

(جاذبۂ حقیقی کا جذب)

ہت سو مو کا بڑا وت سیّاں   اوگن سواب کا ہے لجاؤں

ہیو چاہے تو مٹادے اوگن   پی کی دیا پہ میں بل جاؤں

دوہی بنی پیاری ہے جگ ما

لے جو تراب پیا کا ناؤں

ایضًا

سوہی چونر یا رنگ دے موکا   او رنگریز رنگیلے یار

سوہی پگڑیا لال پیا کی   سوہی رنگت پہ میں بلہار

سب رنگ پھیکے تراب کے آگے

جوگیا رنگ کی اور ہے بہار

ایضاً

کیسے ٹہرے گل جی کو ہمارے — مل کے بچھڑ گئے ہیتم پیارے

نگ ہیرت دن بیتت سگرو — رین کٹت ہے گن گن تارے

یا ہی اندیس ما سُدھ بدھ بھولی — سُدھ نا لینہی جب سے سدھارے

ٹھاک گیوں کہہ کہہ کے سندیسا — لکھ لکھ پتیاں ہم تو ہارے

جو پے آوے تراب پیا کو

برہن وا پر تن من وارے

ایضاً

موری بنتھا سن کانہ کہت ہے — میں توری بات پر کان نہ دیہوں

آن بان ٹہری ہے یا ہی — جھک کے درس کبہوں آن نہ دیہوں

جان کے موسے وہ جان کہت ہے — کیسے کہوں پھر جان نہ دیہوں

واروں گی جان تراب پیا پر

جان دیہوں پر جان نہ دیہوں

ایضاً

کاٹھ سوں رُوں دکھت ہے رادھا　　کان کی بپر سہی نہیں جات

نیہہ کا گھاؤ لگو ہردے ما　　جان کی بپر سہی نہیں جات

میں تو مرت ہوں ترابؔ کے درون

آن کی بپر سہی نہیں جات

ایضاً

(عاشق کو پیار و محبت کی باتوں میں اُلجھا کر تفرقہ میں ڈال دینا)

مانؔ نہ کری ہوں کہئے جو چہئے　　کس تُوری بنتی مان نہ لیہوں

درسن دیہوں جب لگ نورے　　جی سُونکاس ارمان نہ لیہوں

من لے جیہوں سنگ جو دیہو　　اور ہیں کچھ سامان نہ لیہوں

جانے دے مو کا ترابؔ صبر کر

جان لیہوں ایمان نہ لیہوں

لہ - بے التفاتی -

ایضاً

("من" و"تو" کے راز سے واقف ہو کر تفرقہ پر طعنہ زنی)

بہت سہی توری اب نہ سہوں گی — ایک کہو گے تو لاکھ کہوں گی
چین کرو تم اَورَن کے سنگ — میں نہیں تمرے سنگ رہوں گی
دیکھی پیت تمہاری جھوٹھی — اب نا کا ہو کو جی سوجھوں گی
کاہے تو موسے آنکھ چُرا وت — سُنکھ تورے میں آپے نہ ہوں گی
جارو نہ پھونکو جیرو امُورا — رُو رُو میں گنگا پار بہوں گی
جاؤ بدیس ستائے کے ہم کا — اب تو نہ کبھوں پاتی لکھوں گی

ہوں کر جوڑے تراب کے آگے
گُر کی دیا بن کس نبہوں گی

ایضاً

کوئی ہنست کوؤ منھ دیکھ مورُ رُووت ہے۔

نئی پیت سو پیارے یہ گت ہماری بھئی

تراب بہت بری ہوت ہے ہئے کی کسک

مورے کریجے ما چھن چھن اُٹھت ہے پیروئی

درونِ سینۂ من زخمِ بے نشان زدہ

بحیرتم کہ عجب تیرِ بے کمان زدہ

ایضاً

نیناں تو لاگے ہمارے بجوگ

ہوک اُٹھت ہے پران چھٹت ہے — جب سُدھ آوت ہے وہ سنجوگ

بیں دُکھ ماری کھڑی رُووت ہوں — ناحق ہنست ہیں موہ کا لوگ

ہوں تو مرت ہوں درس کی بھوکی — مو کا دکھاؤ نہ موہن بھوگ

دُکھ ایکو ترا ب چلت ناں

پیو کا برُوگ اس جیو کا ہے روگ

ایضاً

کبھو نہ ہمری اُور بھئے

کالھ اِدھر تھے آج اُدھر ہیں

پورے نہ ایکو ٹھور بھئے

چھپ کے تراب سو پیت لگائی

پیتم ہم سے چور بھئے

ایضاً

اے توری نیندیا میں لاگے آگ　　بھور بھیو ہے اب تو جاگ

آدھی رات بیتے گھر آئے　　تب ہو نہ جاگے مورے بھاگ

سوئے اُٹھی تو چلے گئے باہر　　دے گئے مورے کریجوا داگ

سووت جاگت پی گرے لاگت　　سوتن کو اس وینہہ سہاگ

موسے ترآب پیا نرموہی

کاہے رکھت ہے جی میں لاگ

درنغمہ ملار وسادی وغیرہ

(عالم ناسوت میں تفرقہ کی صعوبتوں کے باوجود مبدا کی یاد قائم رہنا اور تشبیہہ میں تنزیہہ ملاحظہ کرکے عین تفرقہ میں یکتائی حاصل کرنا)

جارے پنکھوا اے او کھبریا　　بلمبھ رہے پیا کونی نگریا

اُت میگھو نہیں جات تنباؤن　　چھائے رہی یا ہی دیس بدریا

آوت آوت برسن لاگے　　کا یہہ دیس کی بھولے ڈگریا

پپیہا کہہوں پیو پیو کرت ہے　　میں تو رٹت ہوں آٹھو پہریا

نگ ہیرت موہے کل نہیں نس دن　　کھن آنگن کھن جاؤں اٹریا

آپ نہ آئے نہ پتیا بھیجی　　بیتی ہے برکھائیوں ہی سگریا

کو سمجھا دے ترآب پیا کو

کوؤ تو ناہیں واکو دوسریا

ایضاً

برست ما کو دُ گھر سے ہے نگست

نو کھے ہو تم ہی بدیس چلیا

پاؤں دھرن کا ٹھور نہیں ہے

بھر گیو جل سو تال تلیا

ایسے سمو ئیں جانے نہ دیہوں

پھوں تراب میں توری بلیا

ایضاً

سکھی رت برکھا آئی

چھب سی رٹ ا

راتو پپیہا پیو سو بلبلا کا ری

تتو رت ہے ا

پیو سو ہے تراب سے کھٹ

ایضاً

رم جھم برسن لاگو مہروا

دادُر شُور مچاون لاگے

کا سو کہت ہے پتک یہہ سندیسا

پیو اُنہیں ساون لاگے

ہمرے تو پیو نت گھر ہی رہت ہیں

جب سے ترآب کے داؤن لاگے

ایضاً

ترسے نہ رسے کو ئیلیا بیدن

ترین سو تب سری جبری

تیرہ سدھ آوت ہے زاب پیاپی سی

سدھ آوت ہے تب ٹھی

رت ہر کھا ہیں ٹھی

ایضاً

ساون ناچیوں آورسی دھرتی

دیکھ ٹھٹت ہے برسی ہرسی

سیج نراب سندر سو جیسی

جبت ٹھٹت ہے ٹھڑی ٹھڑی

ایضاً

چڑھ کے اٹا پر دیکھ سکھی ری

آوت ہے کوئی، کاگا بولا

سیّاں بدیس کہاں کا ساون

ندِن جی کو رہت ہے ملولا

ڈور لگی ہے ترآب سو موری

کیسے اکیلی میں جھولوں ہنڈولا

ایضاً

ہو نر موہی کہاں بِلمائے

لاگو اساڑھ تم اَجہوں نہ آئے

ہیو بن رو رے کٹت ہے نِس دِن

رُت برکھا موہے کچھ نہ سہائے

کُوکے آوے تراب پیا کو

وے توڑے ہیں بس میں پرائے

ایضاً

بیچ ڈگر بھیجت ہوں ٹھاری   پاؤں گنٹپت گیئی جی سو ہار

کا سو کہوں چہلے میں پھنسی ہوں   بات نہیں کوؤ پوچھن ہار

نکسی ہوں ہائے اکیلی مندر سو   ساتھی رہے سب واہی پار

کا کو پکاروں میں دئی ماری   کوئی سُنت نا موری گہار

گربن کون تراب کھبر لے

کاظم بیر کے بیں بلہار

ایضاً

سُکھ جو برسات کا قسمت میں نہ تھا مورے بدا
بھری برکھا میں وہ پردیسی کھبیو موسے بدا
جگ میں ایسا نہ کہو اور یہ دُکھڑا اے خدا
سہوں میں کیسے ترآب اُسکی جدائی کی ادا
ابر می بارد و من می شوم از یار جدا
من جدا گریہ کناں - ابر جدا - یار جدا

ایضاً

نہ سُدھ لی موری جب سے پیو سدھارا
کٹا کہہ دکھ سو ساون ماس سارا
ترآب اس غم سے روتا ہوں میں دن رات
سندیس اُس سے کہے کوئی ہمارا
گہے ابر تر و گاہے ترشح گونہ گہہ باراں
بیا در چشم من بنگر ہوائے برشگالی را

ایضاً

اب ہی برس نا گھوا رہ جا

آون دے مورے گھر ما پی کو

جب ہی پیروا آئیے مندروا

چین ملے گی تب ہی جی کو

برسن ما جو درسن پاوے

برکھا سُہاوے تراب وہی کو

ایضاً

لگتے ہی ساون ماس سکھی ری — آئے پیا مورے پاس سکھی ری

کیسے ہیں واسنگ جھُولا جھُولوں — ناؤں دھرت ہے ساس سکھی ری

کیا کیا اُدرُو پیار کرت ہے — جب میں ہوت اداس سکھی ری

عطر لگو نہیں مورے بَدَن ما — پھیلی ہے پیو کی باس سکھی ری

وا تو لگو ہے تراب کے گروا — جا سو لگی توری آس سکھی ری

ایضاً

گھاؤ لگا وت ہیہ ما کاری — بہہ دئی ماری بدریا کاری

دئی برست بالم نہیں گھر ما — ترست ہے برہن دکھیاری

بُند ٹپرت ہیا آگ لگت ہے — رورو انسون بھیجت ساری

برسن ما کوؤ درسن پاوے — ہوں تو نہ پایوں اکیو باری

درد تراب کی کا جانے وہ

دیکھے جو ناری بید اَنا ری

در نغمہ شاہانہ

دیو بنی کو مبارکبادی   نیکو سلونا پایا بنرا

چال شہانی سہانی چلت ہے   بنری کا من بھایا بنرا

آنکھ اُٹھائے کے دیکھت ناہیں   لاج بھرا شرمایا بنرا

کیوں نہ کہیں سسرار کے سارے   ہے شرمیلا سجایا بنرا

سرمجِ ساری کی کھائے کے گاری   رس بھرے رس سو رسایا بنرا

کچھ تو بنی نے کیا ہے ٹونا   بن دیکھے جو لُبھایا بنرا

دیکھ تراب دعا سے تیری

کیسا بھلا بن آیا بنرا

در نغمہ مہندی

لال بنے کی لے آؤ مہندی

پور پور بنا رنگ بہنا   تا پہ اور رچاؤ مہندی

انگلی پکڑ کہیں پہنچا نہ پکڑیو   دور سے ساری لگاؤ مہندی

بنرے رنگیلے چھبیلے کے آگے

نیکے تراب کی گاؤ مہندی

بابل

(حقیقت کی طرف رجوع)

اتبو چلی[۵۲] میں دیس بدیس   بابل توری نگری چھوٹی
جیون بھر کٹھن ہے آون   آس ملن کی ٹوٹی
سسرے جات ہوں سنگ پیا کے   مات پتا سے روٹھی
سکھیاں ہنست ہیں اس دو ہو رت ماں   جس کوئی ماری لوٹی
سانچا میت کوئی نا جگ ماں   پیت جگت کی جھوٹی

سسرے کی لیک تراب سے پوچھو
نیہر سے جو چھوٹی

۵۲ ـ الوداع اے منزلِ مکانی الوداع میاں نے حقیقتِ لامکانی کی طرف رجوع ہوتی ہوں

ایضاً

سیّاں بلاوت جیہوں سسرے   جلدی سو مہر اڈولیا کس لے
نیہر کے سب لوگ چھٹت ہیں   کا ہ کروں اب نہیں کچھ بس لے
بیرن آؤ گرے تورے لاگوں   پھیر ملب ہو نہ جانوں کس لے
چالنہار بھئی ہیں اچانک   ہے بابل توری نگری سو بس لے
ساتھ[۵۳] سہیلی تا پر اکیلی   سنگ نہیں کوئی ایک نہ دس[۵۴] لے
گونا چالا تراب لگو ہے   جو کوئی روئے واکو نہ ہنس لے
یہہ جگ ہے سب نیہر کا گھر   تن سے جوڑ دو من سے نکس لے

---

۵۳ ـ سات سہیلیوں سے اسمائے سبعہ مراد ہیں جو باوجود سات ہونے کے یکتا ہیں ـ

۵۴ ـ حواسِ عشرہ یعنی خمسہ ظاہری و خمسہ باطنی ـ

(از کلامِ بیدم)

बाबुल

जैहैं बुलावत जैहों ससुरे ।
जल्दी सो महरा डोलिया कसरे ॥
नैहर के सब लोग छुटत हैं ।
काह करूं अब नहीं कछु बसरे ॥
बीरन आओ गरे तोरे लागूँ ।
फिर मिलब हो न जानूँ कसरे ॥
चालनहार भइ मैं अचानक ।
रहे बाबुल तोरी नगरी सो बसरे ।
सात सहेली तापर अकेली ।
संग नहीं कोई एक न दसरे ॥
गौना वाला तुराब लगो है ।
जो कोई रोये वा को न हंसरे ॥
यह जग है सब नैहर का घर ।
तन से जो रहो तो मन से निकसरे ॥

राग मेंहदी

लाल बने की ले आओ मेंहदी ॥
पोर पोर बना रंग बहिना ।
तापर और रचाओ मेंहदी ॥
उंगली पकड़ कहीं पहुंचा न पकड़यो ।
दूर से सारी लगाओ मेंहदी ॥
बनरे रंगीले छबीले के आगे ।
नीके तुराब की गाओ मेंहदी ॥

बाबुल

अब तो चली मैं देस बिदेस ।
बाबुल तोरी नगरी छूटी ॥
जीवन भर कठिन है आवन ।
आस मिलन की टूटी ॥
सुसरे जात हूं संग पिया के ।
मात पिता से टूटी ॥
सैयाँ हंसत मैं अस रोवत हूं ॥
जस कोरी मारी लूटी ॥
साँचा मीत कोई ना जग माँ ।
पीत जगत की झूठी ॥
सुसरे की लीक तुराब से पूछो ।
नैहर सो जो फूटी ॥

राग शाहाना

देव बनी को मुबारक शादी ।
नीको सुलौना पाया बनरा ॥
चाल शहानी सुहानी चलत है ।
बनरी का मन भाया बनरा ।
आँख उठाय के देखत नाहीं ।
लाज भरा शरमाया बनरा ॥
क्यों न कहें सुसरार के सारे ।
है शरमीला लजाया बनरा ॥
सरहज सारी की खाय के गारी ।
रस भरे रस सो रिसाया बनरा ॥
कछु तो बनी ने किया है टोना ।
बिन दिखे जो लुभाया बनरा ॥
देख तुराब दुआ से तेरी ।
कैसा भला बन आया बनरा ॥

लगतै ही सावन मास सखीरी ।
आये पिया मोरे पास सखी री ॥
कैसे मैं वा संग झूला झूलूँ ।
नांव धरत है सास सखी री ॥
क्या क्या औरौ करत है ।
जब मैं होत उदास सखी री ॥
इत्र लगो नहीं मोरे बसन मा ।
फैली है पपु का वास सखी री ॥
वा तो लगो है तुराब के गरवा ।
जा सो लगी तोरी आस सखी री ॥

घाव लगावत हिया मा कारी ।
यह दई मारी बदरिया कारी ॥
दई बरसत बालम नहीं घरमा ।
तरसत है बिरहिन दुखयारी ॥
बुन्द पड़त हिया आग लगत है ।
रो रो अंसुअन भीजत सारी ॥
बरसन मा कोऊ दरसन पावै ।
हौं तो न पायों एकौ बारी ॥
दर्द तुराब की का जाने वह ।
देखै जो नारी बैद अनारी ॥

सुख जो बर्सात का क़िस्मत में न था मोरे बदा ।
भरी वर्षा में वह परदेसी भयो मोसे विदा ॥
जग में ऐसा न केहू और प दुख डाले खुदा ।
सहूँ मैं कैसे तुराब उसकी जुदाई की अदा ॥
अब मी बार दो मन भी शबम अज़ यार जुदा ॥
मन जुदा गिरया कुनाँ, अब्र जुदा, यार जुदा ।

न सुख लो जब से पीव सिधारा ।
कटा केह दुख सो सावन मास सारा ॥
तुराब इस ग़म से रोता हूँ मैं दिन रात ।
संदेस उससे कहे कोई हमारा ॥
गहे अब्रो तरो गाहे तरश्शुह मूनह गह बाराँ ।
बिया दर चश्म मन हवाये बर्षिकाली रा ॥

अब ही बरस ना मेघवा रह जा ।
आवन दे मोरे घर मा पी को ॥
जब ही पियरवा ऐहैं मंदिरवा ।
चैन मिलैगी तब ही जी को ॥
बरसन मा जो दरसन पावै ।
वर्षा सुहावै तुराब वही को ॥

हो निरमोही काँ बिल्माये ।
लागो असाढ़ तुम अजहूं न आये ॥
पिव बिन रोय कटत है निस दिन ।
ऋतु वर्षा मोहे कछु न सुहाय ॥
कोलै आवै तुराब पिया को ।
वै तो पड़े हैं बस मा पराय ॥

बीच डगर भीजत हूं ठाढ़ी ।
पांव कपत गई जी सो हार ॥
कासे कहूं चहले में फंसी हूं ।
बात नहीं कोउ पूछन हार ॥
निकसी हूं हाय अकेली मंदिर सो ।
साथी रहे सब वाही पार ॥
काको पुकारूँ मैं दई मारी ।
कोई सुनत ना मोरी गोहार ॥
गुरु बिन कौन तुराब खबरले ।
काजिम पीर के मैं बलिहार ॥

कूक न री कोइलिया बैरिन ।
बिरह अगिन सो जरी जरी ॥
सुध आवत है तुराब पिया की ।
ऋतु वर्षा में धरी धरी ॥

सावन मा चहूं ओर की धरती ।
देख पड़त है हरी हरी ॥
कैसे तुराब मन्दिर सो निकसी ।
बुन्द पड़त है बड़ी बड़ी ॥

चढ़ के अटा पर देख सखीरी ।
आवत है कोई कागा बोला ।
सैंया बिदेस कहाँ का सावन ।
निस दिन जी को रहत है भलोला ॥
डोर लगी है तुराब सो मोरी ।
कैसे अकेली मैं झूलूँ हिंडोला ॥

बरसत मा कोऊ घर से है निकसत ।
नोखे हो तुम ही बिदेस चलैया ॥
पाँव धरन का ठौर नहीं है ।
भर गयो जल सो ताल तलैया ॥
ऐसे समौ में जाने न देहौं ।
लेहौं **तुराब** में तोरी बलैया ॥

फेर सखी ऋतु वर्षा आई ।
लागो पपीहा पियु कीरट मा ॥
शोर करत है कोइलिया कारी ।
पियु तो बसी है **तुराब** के घट मा ॥

रिम झिम बरसन लागो मेहरवा ।
दादुर शोर मचावन लागे ॥
का सो कहत है पतिक यह संदेसा ।
पिउ ऐहैं सावन लागे ॥
हमरे तो पिउ नित घर ही रहत हैं ।
जब से **तुराब** के दावन लागे ।

राग मलार व सादी व आदि

जारे पतिकवा ले आओ खबरिया ।
बिलम्भ रहे पिया कौनी नगरिया ॥
उत मेघौ नहीं जात चितावन ।
छाय रही याही देस बदरिया ॥
आवत आवत बरसन लागे ।
का यह देस की भूले डगरिया ॥
पपिहा कबहूं पियु पियु करत है ।
मैं तो रटत हूं आठो पहरिया ॥
मग हेरत मोहे कल नहीं निस दिन ।
खन आँगन खन जाऊं अटरिया ॥
आप न आये न पतिया भेजी ।
बीती है वर्षा यूँही सगरिया ॥
को समझावे "तुराब" पिया को ।
कोऊ तो नाहीं वा को दुसरिया ॥

कभो न हमरी ओर भये ॥
कान्ह इधर थे आज उधर हैं ।
पूरे न एकौ ठौर भये ॥
छुप के "तुराब" सो पीत लगाई ।
पीतम हम से चौर भये ॥

ए तोरी निंदिया में लागे आग ।
भोर भयो है अब तो जाग ॥
आधी रात बीते घर आये ।
तब हू न जागे मोरे भाग ॥
सोय उठी तो चले गये बाहर ।
दै गये मोरे करेजवा दाग ॥
सोवत जागत पी गरे लागत ।
सौवत को अस दीन्ह सुहाग ॥
मोसे तुराब पिया निरमोही ।
काहे रखत है जी में लाग ॥

कोई हँसत कोऊ मुंह देख मोर रोवत है ।
नई पीत सो प्यारे यह गति हमारी भई ।
तुराब बहुत बुरी होत है हिय की कसक ।
मोरे करेजे मा छिन-छिन उठत है पीर नई ॥
दुरूनि सीनये मन जख्म बेनिशाँ जदई ।
बहैरतम कि अजब तीर बे कमाँ जदई ॥

नयनां तो लागे हमारे बिजोग ॥
हूक उठत है प्राण छुटत है ।
जब सुध आवत है वह संजोग ॥
मैं दुख मारी खड़ी रोवत हूं ।
नाहक हंसत हैं मोहका लोग ॥
हौं तो मरत हूं दरस की भूकी ।
मोका दिखाओ न मोहन-भोग ।
औषधि एकौ तुराब चलत नां ।
पियु का बिरोग अस जिव का है रोग ॥

बहुत सही तोरी अब न सहूँगी।
एक कहोगे तो लाख कहूँगी ॥
चैन करो तुम औरन के संग।
मैं नहीं तुम्हरे संग रहूंगी ॥
देखी पीत तुम्हारी झूठी।
अब न काहू को जी सो चहूँगी ॥
काहे तू मोसे आँख चुरावत।
संमुख तोरे मैं आपै न हूँगी ॥
जारो न फूँको जियरवा मोरा।
रो रो मैं गंगा पार बहूँगी ॥
जाओ विदेस सताय के हमका।
अब तो कबहूँ पाती लिखूँगी ॥
हौं कर जोड़े **तुराब** के आगे।
गुरु की दया बिन कब निबहूँगी ॥

कान्ह सो रो रो कहत है राधा।
कान की पीर सही नहीं जात ॥
नेह का घाव लगो हृदय मा।
जान की पीर सही नहीं जात ॥
मैं तो मरत हूँ **तुराब** के दर्दन।
आन की पीर सही नहीं जात ॥

मान न कहिहौं कहिये जो चहिये।
कस तोरी बिन्ती मान न लेहौं ॥
दरशन देहौं जब लग तोरे।
जी सो निकास अरमान न लेहौं ॥
मन लैजैहौं संग जो देहौं।
और मैं कछु सामान न लेहौं ॥
जाने दे मोका तुराब सबर कर।
जान लेहौं ईमान न लेहौं ॥

कैसे पड़े कल जी को हमारे ।
मिल के बिछुड़ गये पीतम प्यारे ॥
मग हेरत दिन बीतत सगरो ।
रैन कटत है गिनगिन तारे ॥
याही अंदेस मा सुध बुध भूली ।
सुध ना लीन्ही जब से सिधारे ॥
थाक गयूँ कह कह के संदेसा ।
लिख लिख पतियां हम तो हारे ॥
जो लै आवै **तुराब** पिया को ।
बिरहिन वा पर तन मन वारे ॥

मोरी बिथा सुन कान्ह कहत हैं ।
मैं तोरी बात पर कान न देहौं ॥
आन बान हमरी है याही ।
छक के दरस कबहूँ आन न देहौं ॥
जान के मोसे वह जान कहत है ।
कैसे कहूँ फिर जान न देहौं ॥
वारूँगी जान **तुराब** पिया पर ।
जान देहौं पर जान न देहौं ॥

हित सो मोका बुलावत सैंया ।
औगुन सो अब काहे लजाऊँ ॥
पियु चाहे तो मिटादे औगुन ।
पी की दया पर मैं बलि जाऊँ ॥
यो ही बनी प्यारी है जग मा ।
ले जो **तुराब** पिया का नाऊँ ।

सोही चूनरया रंग दे मोका ।
ओ रंगरेज रंगीले यार ॥
सोही पगड़िया लाल पिया की ।
सोही रंगत पर मैं बलिहार ॥
सब रंग फीके **तुराब** के आगे ।
जोगिया रंग की औरै बहार ॥

आओ पियरवा हमरे मन्दिरवा,
बहुत करो ना हमका तंग ॥
पीत लगाय बदनाम भये हैं,
हम तुम दोनों एके रंग ॥
दूर रहत हो काहे हमसे।
मैं तो मरत हूं याही ग़म से ॥
तुम जुग जियो तुराब के दम से।
सुख मा रहो नित वाके संग ॥

कस बांकी चितवन सो जुल्मी।
मार गया रे मार गया ॥
हाथ मलत हूं आह करत हूँ।
मोपर पड़ा है दुख यह नया ॥
काम न डाले दई अस पिउ से।
जा में न हो कछु मोह मया ॥
था संयोग भला काहू दिन।
भूलत नहीं वह समया ॥
आस लगी हे मिलब की सजनी।
कबहूँ तो करिहैं तुराब दया ॥

कैसे मैं लागूँ पिया के गरवा।
चुभ चुभ जात गरे का हरवा ॥
केहू बिन्तिन सो केहू मिन्तिन सो।
आये जो मोरे मंदिरवा पियरवा ॥
बैरी ननदिया रही निस झाँकत।
सोवै न पायूँ मैं एको पहरवा।
चैन से सोवैं तुराब पिया संग।
मूँद के अपने दसों द्वरवा ॥
वाके तो मन को नहीं गम तनिको।
सुखी रहे अस मोर जियरवा ॥

मोरे नयन लागैं गुइयाँ,
केहू और संग काहे।
जो तुराब का सजन है,
मोरा जी वही को चाहे॥
हमा शहर पुर जे खूबां,
मनमो ख्याल माहे।
चे कुनम कि चश्म बदर्वां,
न कुनद बकस निगाहे ॥

बांह गहे की लाज वही को ।
लागूँ मैं अपने गुरू के पैयां ॥
जब से दया की मोपर गुरू ने ।
तब से भयो मोरे बस मा सैयां ॥
मोरे तो घट मा **तुराब** समानो ।
जानत हैं सब लोग गुसैंयाँ ॥

पिया आओ बसाओ नगरिया हमरी ।
मोरा मन्दिरवा राखो जनि सूना ।
देखो आन अटरिया हमरी ॥
भूल गई कस सुरत इधर की ।
काहे न लेत खबरिया हमरी ॥
बाट चलन भयो दूभर हम का ।
छेंके हैं बैरी डगरिया हमरी ॥
तुम छुट काजिम काको पुकारूँ ।
कौन सुने यह गुहरिया हमरी ॥
दुख की फुहार पड़त है देखो ।
भीजै न पावै चुनरिया हमरी ॥
याही अरज है **तुराब** की हजरत ।
पार लगादो निबड़िया हमरी ॥

कान्ह कुंवर के कारन राधा ।
तन से भई पियरी दुबरी ॥
जब से सिधारे श्याम द्वारका ।
सूनी भई सब गोकुल नगरी ॥
रानी पुरानी भई बैरागिन ।
राज करे नई नोखी कुबरी ॥
जर जर के मर मर के सखियां ।
कूकत हैं दई काह करी ॥
किन्ह बिल्हमायो **तुराब** पिया को ।
भूल गये सुध हमरी ॥

भले जोगई मोरी गहले बहियाँ ॥
सुध बुध हमरी बदल गई सगरी ।
देखत ही वाकी परछैंयाँ ॥
का हम ही वाके हाथ बिकानी ।
चेरी भईं हमरी सब गुइयाँ ॥
रहत सहत वह काहू के घर ना ।
जब सो बसो मोरे हिये के ठैयाँ ॥
पीत करत है **तुराब** वही संग ।
कृपा जापर करत है गुसैंयाँ ॥

कह न गये कछु मोसे सैयाँ ।
आये अबेर सिधारे सबेरे ।
रह गई मनकी मनमा गुइयाँ ।।
है तोरे हाथ दरस काजिम का ।
लागूं तुराब तोरे पइयाँ ।।

मोका दिखाय दे सैयाँ का नगरा ।
काहे को भूली भटकती फिरूं मैं ।।
सीधा उधर का बतायदे डगरा ।।
हाँ हाँ तुराब मैं चेरी हूं तेरी ।
वारूंगी तोह पर तन मन सगरा ।।

सैयाँसङ्ग कस मोरा लागो नयनवा ।
आँख लगत नहीं नींद पड़त नहीं ।
जाग कटत है सगरो रैनवा ।।
जब से तुराब पिया का देख्यों ।
तनिको नहीं मोर मनका चैनवा ।।

कौन कहै रसिया सो जाय ।
कल नहीं मन को, बल नहीं तन को ।
जब सो गये तुम आँख लगाय ।।
कैसे तुराब पिया को भूलूँ ।
वह तो गयो मोरे हिया मा समाय ।।

कछु मो ही सो लजात ननद तोरा बिरना ।
सौतन के सङ्ग खेल गंवावत ।
अच्छी तरह दिन रात ननद तोरा बिरना ।।
सोई तुराब सो हँस हंस बोलत ।
मो से नहीं मुसकात ननद तोरा बिरना ।

कोह जनजाल मो पड़ गयूँ दैया ।
मन उलझा काली जुलफन मा ।।
को सुलझावै कौन छुटावै ।
बार बार बँधो अलकन मा ।।
चक्र फेरत हिया बान लगावत ।
आग लगे वाकी चितवन मा ।।
मोहनी मूरत, सोहनी सूरत ।
लाज भरी प्यारी अँखियन मा ।।
देखे तुराब वहीं का झमका ।
छवि प्यारी सुन्दर मोहन मा ।।

नीकी लगत मोहे अपने पिया की ।
आंख रसीली लाज भरी ।।
जादू कियो मो पर चितवन सो ।
चैन गई मोरी नींद हरी ।।
आंख लगत नहीं टुक देखे बिन ।
देखे नजर भर, जात मरी ।।
मोकान कछु समझाओरीगुइयाँ ।
मैं अस प्यार सो दरगुजरी ।।
काहे तुराब डरूँ काहू से ।
पीत करी का चोरी करी ।।

का सो कहूं दुख अपना दई ।
प्रीत नई की रीति नई ।।
एक नजर दिखलाय मोहे मारा ।
काहू जतन फिर सुध न लई ।।
ऐसे निठुर से काम पड़ो है ।
आँख लगाय मैं जी सो गई ।।
पीत लगाय के बासो जग मा ।
नाहक मैं बदनाम भई ।।
दरद नहीं काहू की जिन का ।
दै गये मोका पीर वई ।।
पीर पराई जो जानत नाहीं ।
क्यों दई उनकी पीर दई ।।
वो निरमोही कहा नहीं मानत ।
मोह मया का को सिखई ।।
हाँ हाँ तुराब पड़ूँ तोरे पैयाँ ।
काजिम सो कर मोर सई ।।

केहरा

रसीले पिउ सो रहस रहस के,
भली जतन सो मैं रात जागी ।
जो भोर होतै पिया सिधारे,
भयो करेजवा हमार दागी ।।
तुराब मोरी बिथा न पूछो,
नहीं मोसा कोई अभागी ।
मैं आज कैसे रहूं न बेकल ।
मोहे तो चेटक पिया सो लागी ।।

होरी

जाको नहीं कोई देख सकत है ।
वह तो रहो मोरे घट मा समाय ।।
पिउ से तो नित संजोग रहत है ।
जोग करे अब हमरी बलाय ।।
ठौर ठौर तुराब पिया है ।
जग मा नहीं कोऊ वाके सिवाय ।।

होरी

कौन करे अब तीरथ बानी ।।
हौं तो बिरह सो भई हूं दिवानी ।।
मन चंगा तो कठौती मा गङ्गा ।
है यह कहावत जग मा बखानी ।।
आग लगी बिछड़न की तन मा ।
गई गङ्गा तहूं नाहीं बुझानी ।।
पियु निरमोही की बात कहूं का ।
नेह लगाय बहुत पछतानी ।।
वा तो रहत है तुराब के सङ्ग मा ।
जा के लिये हूं मनतैं मानी ।।

होरी

हमरी सभा में वह आवतनाहीं ।
बैठ रहा सौतन के जथा में ।।
प्रेम का अक्षर एको न जाना ।
जनम गयो सब गीत कथा में ।
ज्ञान ध्यान साहब का भूला ।
बंध रहो मन मात पिता में ।।
सुन के **तुराब** की बात कहत है ।
आग लगे कहूं याकी बिथा में ।।

होरी

छबि प्यारी को देख सकत है ।
नाम सुनत ही भयूं मतवारी ।।
जी से बुलाऊं, मिले तो लजाऊं ।
कैसे कहाऊं मैं पी की प्यारी ।।
देखे जरत हूं, न देखे मरत हूं ।
पीत की रीत है नोखी हमारी ।।
नेह की बात छुपाये बनत है ।
का सो कहूं मैं लाज की मारी ।।
तन मन जारो **तुराब** पिया ने ।
काजिम शाह दुहाई तुम्हारी ।।

होरी

बिरह की मारी मैं तो मरी ।
ऐ दई नाहक पीत करी ।।
नेहका दुख हिया छिन छिन बाढ़त ।
सुख नहीं पावत एको घड़ी ।।
सोये बनतना रोये कटत ना ।
मो पर बिपत यह कैसी पड़ी ।।
खोले लटें वह का भयो सम्मुख ।
पड़ गई मोरे गर फंसरी ।।
कौन जतन अनजाल सो निकसूं ।
बाल बाल हूं बेधी सगरी ।।
जो यह फन्द से मोका छुड़ावे ।
वाके चरण पर सीस धरी ।।
काजिम चाहें तो पीत निबाहें ।
तोह मे **तुराब** न कछु संपरी ।।

होरी

फागुन मा पिया मोसे रिसाये ।
कैसे करूँ मैं सुहाग रे ।।
औरन के नित पास रहत है ।
हम ही सो भागा भाग रे ।।
श्याम की लाग लगी कुब्जा सो ।
पड़ गई मोसे लाग रे ।।
जोगिन हुइके न बैठूँ कैसे ।
मोका तो है बैराग रे ।।
आप तो सोवे "तुरात्र" सो मिल के ।
मोसे कहत है जाग रे ।।

होरी व ख्याल

कैसे न मोरा जिय घबराय ।
पिउ तो गये हो विदेश रिसाय ।।
रो रो मोको कटत है निशि-दिन ।
कोई नहीं लावत प्यु को मनाय ।
तुम तो रहत हो पिया मिल सुखमा ।
जाने 'तुरात्र' तुम्हारी बलाय ।।

होरी

यह ब्रजबाला नन्द का लाला ।
फाग मा मोसे रार करत है ।।
छेड़ के भागत फगवा माँगत ।
नाहक मोरे पीछे फिरत है ।।
ना कोऊ रोकत ना कोऊ टोकत ।
सगरी नगरी वा सो डरत है ।।
है मधु-माता रसिया छैला ।
मुख मींचत है पाँव धरत है ।
ताली बजावत धूम मचावत ।
गाली सुनावत लाज हरत है ।।
ब्रज में होरी की धूम मची है ।
रंग बहत है अबीर उड़त है ।।
भाग के जाऊँ "तुरात्र" कहां अब ।
हरि तो हर कहीं देख पड़त है ।।

होरी

जासो चहैं पिया खेलैं होरी ।
मोसे नहीं कुछ काम री गुइयाँ ॥
बसन लीने रंगाय के नाहक ।
हौं तो भई बदनाम री गुइयाँ ॥
फाग मा भाग खुले सौतन के ।
रीझे हैं उन पर श्याम री गुइयाँ ॥
उनके परखैं को दोष न दीजै ।
खोटे हैं अपने दाम री गुइयाँ ॥
ज्ञान यही मैं "तुराब" से पायों ।
हर मा रमो है राम री गुइयाँ ॥

होरी

देख सखी कहूं रंग न डाले ।
है यह लंगरवा ढीठ वही ॥
प्रेम गगरिया सीस धरी है ॥
कौन जतन वासो बाँच रही ।
फगवा माँगत रार करत है ।
कस कोई बेचे दूध दही ॥
मारत है पिचकारी तक तक ।
बृज मा रंग की नदी ही ॥
घर घर डोलत घूँघट खोलत
कब लग वाकी दाँद सही ॥
मोरे तो नाहक पाछे पड़ो है ।
लाज की बात न जात कही ॥
हाथ पड़त ना काहू का वापर ।
जाकी "तुराब" तैं बाँह गही ।

होरी

सपने में आँख पिया संग लागी ।
चौंक पड़ी फिर सोई न जागी ॥
पिउ छुट कोउ नहीं है अपना ।
यह सपना कही केह के आगी ॥
फाग मा सोई पिया मिल सबही ।
जागूँ अकेली मुही तो अभागी ॥
रंग रंग की वे सारी पहिरें ।
जो हैं अपने पिया रंग पागी ॥
हौं तो रहत बैराग में निस-दिन ।
जब से "तुराब" भये बैरागी ।

होरी

फाग रचय्यहौं अकेली पिया संग ।
झुरमुट सो मोरी जाय बलाय ॥
बसन रंगय्यहौं वही के रंग सो ।
और रंग सब देहौं बहाय ॥
धूल लेऐहौं पिया के चरण की ।
अबीर गुलाल का देहौं उड़ाय ॥
सब जग फूँक के होरी खिलिहौं ।
लेहौं "तुराब" का गरुवा लगाय ॥

होरी

को खेले वा सो होरी रे लोगो ।
घूँघट खोल अबीर मलत है ।
मुख मीचत बरजोरी रे लोगो ॥
कान्ह कुँवर अस ढीठ लंगर है ।
राम रखे पति मोरी रे लोगो ॥
बरजत नाहीं कबहूँ वाको ।
श्री वृषभानु किशोरी रे लोगो ॥
मोरी तो आँख "तुराब" सो लागी ।
कैसे करूँ चित चोरी रे लोगो ॥

होरी

हाँ हाँ मोका न छेड़ कन्हय्या ।
हौं तो दिनन की थोड़ी ॥
बृज मा का एक हम हीं बसत हैं ।
और बहुत हैं सांवरी गोरी ॥
निकसी हूँ, आज मंदिर सो अपने ।
सास ननद की चोरी ॥
फेंक न लाल गुलाल बसन पर ।
ऊजर है अब चूनर मोरी ॥
रंग सो बोरे जो मोरी चुनरिया ।
खेलूँ "तुराब" वही संग होरी ॥

होरी

फाग सुहाग मोरे घर नित है।
भीजी हूँ मैं तो पिया के रंग मा ॥
मो का न कोऊ पिचकारी मारे।
लाल बसन है मोरे अंग मा ॥
झुरमुट तनिको नहीं मोहें भावत।
जब से पड़ी हूँ तुराब के संग मा ॥

होरी

कारे कन्हइया मैं गारी देत हूँ।
काहे खड़ा मोरे तीर ॥
अपनी तो पाग बचाय रखत है।
मोरा भिजावत चीर ॥
अपना तो मुख मोसे ओट मा राखत है।
मुख मोरे मलत है अबीर ॥
देख "तुराब" केहु की न मानत।
ऐसो है श्याम शरीर ॥

होरी

ओ नन्दलाल कुंवर बृजराव।
होरी मा ऐसी न धूम मचाव ॥
अपनी सखी को चाह सो कहले।
और को ऐसी न गारी सुनाव।
बोर न रंग मा हर काहू को।
देख समझ के अबीर लगाव ॥
अंग निहारत ताक के मारत।
यह तो बुरा है तोर सुभाव ॥
तैं बृजराज तेरे सब प्रजा।
काहू जतन ना तोह से बचाव ॥
तोह का दई ने बनायो ठाकुर।
ठाकुर होय के न कर अन्याव ॥
जैसे तुराब सो पीत रखत है।
वैसे ही हम हूँ सो राख बनाव ॥

होरी

हो जसमत के ढीठ लंगरवा ।
काहे को मोका ग मा बोरी ॥
जा तोरे फाग मा आग लगाऊँ ।
पिन्ड पड़ो है नाहक मोरे ॥
याद कर अपनी राधा जी को ।
भूल गई जो मन से तोरे ॥
तोरी प्रीति का कौन भरोसा ।
एक से तोड़े एक से जोड़े ॥
प्रीत की रीत तुराब से सिखिये ।
जियत मरत जो कभौं ना छोड़े ॥

होरी

अब की होरी का रंग न पूछो ।
धूम मची है बिन्द्राबन मा ॥
श्याम बिहारी चतुर खिलारी ।
खेल रहा होरी सखियन मा ॥
हाथ लिये पिचकारी फिरत है ।
अबीर गुलाल भरे दामन मा ॥
कैसे सखी कोउ निकसे मंदिर सो ।
ठाढ़ो है ढीट लंगर आँगन मा ॥
मो का कहाँ वह ढूँढे पावै ।
मैं तो छुपी हूँ तुराब के मन मा ॥

होरी

खेल ले कुब्जा संग होरी ।
पूरी भई मन इच्छा तोरी ॥
श्याम के नयन लगे हैं तोहू सो ।
सम्मुख आव न कर चित चोरी ॥
बंहियाँ पकड़ झट छीन ले कामर ।
बोर दे रंग मा पाग पिछौरी ॥
कस मोहन का बस में किये तैं ।
हाथ मलत है राधा गोरी ॥
मान तुराब का कहना इता ।
मान न कर बृषभानु किशोरी ॥

वसन्त

आवन री सखियाँ सब मिल जुल के।
नये नये रंग सो बसन रंगावन ॥
नई है बहार नई ऋतु लागी।
नई नई छवि सो पिया को रिझावन ॥
अबके बसंत पिया अगमें सो।
आये हैं फाग सुहाग रचावन ॥
भई है **तुराब** पिया को कृपा।
कैसे न होरी की धूम मचावन ॥

वसन्त

आयो बसंत नई ऋतु लागी,
लाये हैं श्याम गुहार नई।
रंग नया और नई पिचकारी,
नीकी लगत है फुहार नई ॥
नई नई छवि सो रिझावन लागी,
बन ठन के सब नार नई।
पीत की रीत नई है यामें,
जीत नई है हार नई।
जासो **तुराब** के नयना लागे,
वा की नित है बहार नई ॥

बसंत

आयो बसंत भयीं मतवारी,
उमंग चलीं सब बारी कुंवारी।
कोई अबीर लिये भर झोरी,
कोई बनाय रहीं पिचकारी।
कोई बजावत दफ़, कोई गावत,
कोई डगर मा नाचत ठारी।
देखो तो कैसी बन बन आई,
सुन्दर नार दई का सवारी।
लाल गुलाल लगाए मुख पर,
रङ्ग से भीजी चूनर सारी।
अबही ही सो बृज में धूम मची है,
होरी खेलत है श्याम बिहारी।
आप बचो रहे सब का रङ्ग दे,
को है **तुराब** अस चतुर खिलारी।

प्रकाशक
जनाब मौलाना हाफिज
शाह मुजतबा हैदर साहब
मुहतरिम कुतबखाना अनवरिया
काकोरी, लखनऊ।

मुद्रक
बनारसी दास मेहरोत्रा
रामा प्रेस,
नजीराबाद, लखनऊ।

अमृत-रस

हज़रत शाह तुराब अली क़लन्दर
तुराब काकोरवी
की
ठुमरियां

मिलने का पता
मुहतरिम कुतुबखाना अनवरिया
काकोरी, लखनऊ

अमृत-रस

हज़रत शाह तुराब अली क़लन्दर

तुराब काकोरवी

को

ठुमरियां

मिलने का पता

मुहतरिम कुतुबखाना अनवरिया

काकोरी, लखनऊ

